مطغمر: ناصر سوشل: الفیصل: مصر میں تین اولین اسلامی بینک

مصر میں اسلامی بینکاری کی تاریخ کا ناقدانہ جائزہ

ڈاکٹر عمران صدیقی [لیہ]

مصر میں دو عشروں پر محیط اسلامی بینکاری کا تجربہ مسلمانوں کو یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ اسلام کے معاشی اصولوں پر کام کرنے کا دعویٰ کرنے والوں کے نتائج کو تاریخ تجربے کی میزان میں جانچ سکیں۔ اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق ''مذہب کو زندگی کے طبعی اور روحانی پہلوؤں کا احاطہ کرنا چاہیے''۔ مغربی اداروں کی اسلامی معاشروں میں بری طرح ناکام رہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ ان معاشروں کی اہم قدروں سے نامانوس رہے۔ اسلامی معاشی ادارے مسلمانوں کی روحانی نجات کا ذریعہ ہیں مزید یہ کہ یہ ادارے دیگر اداروں کے مقابلے میں مسلمان شہریوں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور ان کی ترقی کا سبب ہوتے ہیں کیوں کہ یہ ادارے اسلامی اقدار پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس طرح کے اداروں کو اپنے معاشروں کو ایسے فوائد پہنچانے کی ترغیب دینا چاہیے جو ان کے معاشی فوائد سے ہٹ کر ہو۔ مؤخرالذکر ایک ایسا مقصد ہے جسے اسلام بطور مذہب قبول کرتا ہے اور یہ انسانی زندگی کے اس مادّی پہلو کو کبھی فراموش نہیں کرتا۔

ان اقدار کو بنیاد بنا کر کام کرنے والوں کی آج تک سب سے بڑی مثال اسلامی بینک ہیں جن کا مصر میں ۱۹۶۳ء یا ستر کے عشرے میں اجراء ہوا۔ اس سے قطع نظر ۱۹۲۰ء کے عشرے میں مصر کا کردار اسلامی بنیاد پرستی کے مادرِ وطن کے طور پر رہا ہے اور یہ ایسا دور تھا جس نے اخوان المسلمون کا ارتقاء دیکھا۔ اس دور میں اسلامی بینکاری کے موضوع پر خاصا ادب شائع ہوا اور اس طرح مصر اسلامی بینکاری کی جائے پیدائش کے طور پر ابھرا۔ مصر کے اقتصادی نظام میں اسلامی معاشیات کے حوالے سے کی جانے والی کوششوں کا مطالعہ ہمیں ان نتائج کی گہرائی تک لے جاتا ہے جہاں سے ہم غیر سودی معیشت کے دعوے پر تعمیر ہونے والے جدید اسلامی معاشی اداروں بینکوں کی حقیقت، ماہئیت، اصلیت کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

اسلامی بینکاری معاشی اسلام ہے:

اقتصادیات اسلام کی تفصیل تمام ایسے کرداروں اور سرگرمیوں کا احاطہ کرتی ہے جن کا دعویٰ ہے کہ ان کی تمام سرگرمیاں اسلامی شریعت سے مطابقت رکھتی ہیں، اور یہ کہ انھوں نے خود کو اس شعبے میں کام کرنے والے دیگر سودی اداروں سے مختلف بتاتے ہوئے اپنے اسلامی تشخص پر جو اصرار کیا تھا وہ درست تھا یا غلط۔ اسلامی قانون سے مطابقت کا دعویٰ دراصل کسی مقصدی اصول کے بجائے تشریح کا معاملہ ہے کئی تجزیہ نگار جن میں اسلام پسند [Islamists] بھی شامل ہیں مصر کے اسلامی بینکوں کو عصرِ حاضر کے عام بینکوں سے مختلف نہیں مانتے کیوں کہ وہ بھی عام بینکوں کی طرح ''سودی کاروبار'' میں مصروفِ عمل تھے اور آج بھی ہیں۔

مصر کی سرمایہ کار کمپنیاں: الازہر کی غفلت ولا پرواہی

مصر میں مذکورِ بالا بینکوں میں اسلامی بینک، موجودہ سودی نجی و سرکاری بینکوں کی اسلامی شاخیں اور اسلامی سرمایہ کاری کی کمپنیاں شامل ہیں۔ آخر الذکر کمپنیاں ایک عشرے پہلے معدوم ہوگئی۔ یہ سرمایہ کار کمپنیاں بے بنیاد شرح منافع اور غیر حقیقی دعوؤں کے ساتھ منظر عام پر آئیں۔ ان سرمایہ کار کمپنیوں نے کچھ علماء کو بھاری مشاہرے پر ملازم رکھا۔ کچھ علماء کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر اس سرمایہ کاری کی اسلامی بنیادیں تلاش کی گئیں جب کہ عملاً یہ ممکن نہ تھا۔ اسلامی رنگ دینے کے باعث بنیاد پرست عناصر نے فکرِ آخرت کے جذبے سے اور سیکولر عوام نے اربوں روپے کی سرمایہ کاری بھاری شرح منافع کے لالچ میں کی۔ حکومت نے اس دھوکہ دہی کا کوئی اثر نہ لیا۔ الازہر کے شیوخ اور معاشی ماہرین بھی مہر بہ لب رہے اور یہ کمپنیاں عوام کو لوٹ کر فرار ہوگئیں۔ وجہ یہ تھی کہ الازہر کے علماء جن کا دعویٰ ہے کہ وہ جدید علوم سے واقف ہیں نہ مغربی فلسفے سے آگاہ ہیں نہ مغربی سرمایہ دارانہ نظام کی ماہیئت سے واقفیت رکھتے ہیں وہ ریاستی مہرے کے طور پر کام کر سکتے ہیں، اجتہادی اہلیت سے عاری مغرب کے مقلد ہیں۔ لہٰذا وہ سرمایہ کار کمپنیوں کی چالاکی سمجھ ہی نہ سکے اس کے جواز کا فتویٰ دیتے رہے اس طرح معاشیات کے میدان میں اسلامی بینک اور سودی بینکوں کی اسلامی شاخیں رہ گئیں۔ آج مالیاتی اداروں میں اسلامی سرمایہ اپنا ایک وجود رکھتا ہے۔ تجارت اور صنعت میں اسلام پسند لوگ سرمایا لگا رہے ہیں۔ یہ لوگ ان اسلامی طریقوں پر عمل کر رہے ہیں جو انھیں اس میدان میں دیگر کرداروں سے منفرد کرتا ہے۔ ایسا کیوں ہے کہ یہاں پر اسلامی سرمایے کے ادارے، اسلامی بینک، اسلامی سرمایہ کاری کی کمپنیاں تو ہیں لیکن اسلامی صنعت، اسلامی زراعت اور اسلامی تجارت نہیں ہیں؟

اسلامی بینکاری میں بنیاد پرستوں کی دلچسپی پر ماہرین معیشت کے اعتراضات:

اسلامی معیشت کی وکالت کرنے والے سرمایہ کے میدان میں زیادہ دلچسپی کا اظہار کیوں کرتے ہیں؟ ایک ایسا میدان جو اسلامی نقطۂ نگاہ سے مشکوک ہے؟ کیوں اسلام پسند لوگ اپنی سرمایہ کاری صنعت جیسی جگہوں پر نہیں لگاتے ہیں جہاں پر ''سودی منافع'' جیسے گناہ کے معاملے کا خطرہ کم رہتا ہے؟ دراصل اسلامی کردار مالیاتی اداروں سے اس کی ایک مشکوک فطرت کی وجہ سے جڑتے ہیں۔ اسلام میں ربوٰ کی ممانعت کی وجہ سے مالیاتی اداروں میں نئے کردار داخل ہو رہے ہیں اور مارکیٹ میں وہ ایک مقام بنا رہے ہیں۔ وہ لوگوں کو یہ باور کرا رہے ہیں کہ بینکوں کی جانب سے لیا جانے والا اور دیا جانے والا سودی منافع ربوٰ ہے اور صرف اسلامی بینک ہی ایسے ادارے ہیں جو اسلام میں ربوٰ کی ممانعت کی قدر جانتے ہیں جب کہ حقیقت میں ربوٰ کے بغیر موجودہ بینکاری ممکن ہی نہیں۔ کم از کم نجی شعبے میں یہ لوگ اسی حکمتِ عملی کو صنعت کے میدان میں لاگو نہیں کر سکتے جہاں انھیں خالصتاً معاشی بنیادوں پر مقابلہ کرنا ہوتا ہے اور وہ اپنے صارفین کو یہ باور بھی کراتے ہیں کہ وہ انھیں کم ترین قیمت میں بہترین چیز مہیا کرتے ہیں۔

مالیاتی شعبے میں وہ معاشی استعداد کے بغیر مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اسلامی بینکوں کی یہ اب ضرورت ہے کہ وہ عوام کو اب یہ باور کرائیں کہ موجودہ بینک جن سے ان کا مقابلہ ہے غیر شرعی ہیں اور جو ان سے معاملات رکھے گا وہ سیدھا دوزخ میں جائے گا۔ وہ کون ہے جو مارکیٹ میں اپنی بہتر حکمتِ عملی کا خواب نہ دیکھتا ہو۔ اس طرح بااثر طریقے سے مدمقابل کو نہ صرف مارکیٹ سے باہر کیا جا رہا ہے بلکہ انھیں یعنی اپنے مدِ مقابل غیر اسلامی بینکوں اور صارفین کو دوزخ میں بھی بھیجا جا رہا ہے۔

۱۹۹۷ء میں ایک نیم سرکاری اخبار ''الاخبار الیوم'' نے اسلامی بینکوں کے خلاف ایک مہم شروع کی۔ یہ مہم مصری ٹیلی ویژن کے اس اشتہار کی وجہ سے چلائی گئی جس میں ایک متقی نظر آنے والے آدمی کو یہ کہتے بتایا گیا کہ فلاں بینک میں اس کے سرمایے کو اسلامی قوانین کے مطابق کام میں لایا جا رہا ہے۔ [Ahmed al Najjar, *Islamic Banks: the Truth of Origin and*

the Myth of Image [Cairo: Sprint, 1993]. [Arabic]]

یہ قارئین کے لیے واضح پیغام تھا کہ دیگر موجودہ بینکوں کو غیر شرعی تصور کیا جائے۔ اخبار الیوم نے اس مہم کے ذریعے یہ بتایا کہ حقیقت میں یہ اسلامی بینک اپنی ساخت کے اعتبار سے قطعاً اسلامی نہیں ہیں۔ اس اخبار نے اسلام کا نام لے کر اور دوسری اسلامی ترغیبات کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرنے کے امکانات کو محدود کر دیا۔

ہفتہ وار رسالہ ''السبوع'' جو جمال ناصر کا نیم طرف دار، نیم اسلامی اور نیم سرکاری تھا اس نے اسلامی بینکوں کا دفاع شروع کر دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ اسلامی بینکوں کے خلاف مہم کے پیچھے سوئس بینک ہیں کیوں کہ وہ خلیج میں اسلامی بینکوں کے بڑھتے ہوئے اثرات سے خائف ہیں۔ اس زمانے میں ایک یہ بھی رسم تھی کہ سازشوں میں کسی یہودی کا ہاتھ ڈھونڈ لیا جاتا تھا، اس اخبار نے ایک یہودی توسون ہالٹن Tosson Halton کو اس [مہم] سازش کے ایک محرک کے طور پر بے نقاب کیا۔ اشعب، جو اسلامی مزدور پارٹی کا ترجمان تھا یہ کہتے ہوئے کچھ زیادہ ہی آگے بڑھ گیا کہ اس سازش کے پیچھے عالمی ادارۂ تجارت [WTO] کا ہاتھ ہے۔ اس اخبار کے مطابق یہ تنظیم چاہتی ہے کہ مصر کے تمام عوامی بینکوں کو خرید لے اور یہ تنظیم جانتی ہے کہ اس راہ میں اسلامی بینک ہی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ اس اخبار نے اپنا تتمہ اس پر کیا کہ اسلامی بینکوں پر حملے کو قومی بغاوت سے کم جرم تصور نہیں کیا جانا چاہیے۔ یہ دونوں مضامین یہ بتانے میں قطعاً ناکام رہے کہ اسلامی بینکوں کی یہ بحث از خود غیر اسلامی بینکوں اور اس کے کچھ صارفین کو اشتعال دلانے کا سبب ہو سکتی ہیں اور پھر یقیناً اس کا ردِ عمل بھی ہوگا اور وہ بھی سیکولر صحافیوں کی جانب سے جن میں اخبار الیوم کے مدیر اعلیٰ اہم ہیں۔ مخالف بینکوں کے خلاف فتوے، اسلامی اصطلاحات، اسلامی علامتوں، مذہبی رہنماؤں کی تصویروں کے ذریعے اسلامی بینکاری مصر میں اپنے کاروبار کو وسعت دے رہی تھی۔ افسوس کہ ان اداروں کی بنیاد ''نفی'' پر رہی ہے یعنی دیگر بینکوں کی جانب سے سود کے معاملات جیسے ''گناہ'' کی نفی، حالانکہ عملاً یہ بینک جس سود کی نفی کا دعویٰ کرتے تھے خود اس سود پر اپنے کاروبار کی بنیاد رکھ رہے تھے، جتنا زیادہ یہ نام نہاد اسلامی بینک خود سے دیگر بینکوں کا فرق ثابت کرتے ہیں اتنا ہی یہ اپنے صارفین کو متحرک کرتی ہیں۔

مصر کا پہلا اسلامی بینک: مط غمر [Mit Ghamr] قائم شدہ ۱۹۶۳ء

اسلامی بینکاری پر زیادہ تر کتابیں مط غمر بینک [Mit Ghamr] مصر کو دنیا کے پہلے اسلامی بینک ہونے کا اشارہ دیتی ہیں جسے احمد النجار نے ۱۹۶۳ء میں قائم کیا۔ احمد النجار نے جرمنی سے معاشرتی معاشیات Social Economic میں Ph.D کی ڈگری حاصل کی۔ ایک جرمن سیونگ بینک کا خاکہ ذہن میں رکھ کر وہ ۱۹۶۰ء کے عشرے میں مصر واپس آئے۔ النجار نے مصری اربابِ اقتدار سے بھی رابطہ کیا۔ خاندانی مراسم ہونے کی وجہ سے انھوں نے ریاست کی خفیہ ایجنسی المخبر اۃ کے ذریعے وزارتِ معاشیات کے اعلیٰ عہدیداروں سے خود کو متعارف کروایا ایک طویل اور تھکا دینے والے مرحلے کے بعد النجار نے اس سلسلے میں سرکاری مہرِ رضامندی حاصل کی۔

جمال ناصر نے ساٹھ ہزار لیرا کی رقم فراہم کی:

یہ بینک ایک عوامی شناخت اور ۸۰۰۰۰ ۷ جرمن مارک کے عطیے سے قائم ہوا اور اس میں مصری حکومت نے ۶۰،۰۰۰ لیرا کی رقم فراہم کی۔ یہ بات یقینی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ النجار نے بھی کبھی بینک کے قیام کے سلسلے میں اسلام کا حوالہ نہیں دیا کیوں کہ اسے اس بات کا خوف تھا کہ اس کے اس منصوبے کو رد کر دیا جائے گا اور رد کرنے والے مصری بھی ہو سکتے ہیں اور جرمن بھی۔ سیونگ بینک کے لبادے اور ایک یورپی ملک کے نام کے ساتھ اس بینک نے دیگر سودی بینکوں کے درمیان ایک مقام پانے کے لیے بھرپور تجربہ حاصل کیا اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ یہ ایسا وقت تھا جب اسلام سے مخاصمت اپنے عروج پر تھی۔ النجار کے ہی

ایک بیان سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ خود بینک کی اسلامی حیثیت پر یقین رکھتے تھے۔اس بینک کے قیام کے سلسلے میں نہ ہی عوام کو اور نہ ہی حکومت کو اس بات کا علم تھا کہ اس کا مقصد دراصل ایک اسلامی بینک ہی ہے۔اس بات کو دیکھتے ہوئے یہ بات اس شبہے کو تقویت دیتی ہے کہ مط غمر ایک اسلامی بینک تھا۔

جیسا کہ کہا جاسکتا ہے کہ کسی اسلامی حوالے کے بغیر کوئی اسلامی تحریک نہیں چل سکتی اسی طرح کسی اسلامی حوالے اور بحث کے بغیر اسلامی بینک قائم نہیں کیا جاسکتا۔سود سے اسلام کی جنگ صرف اسلام ہی تک مخصوص نہیں ہے بلکہ عیسائی عقیدہ بھی اس سودی نظام سے ایک طویل مخاصمت کی روایت رکھتا ہے، جب کہ یہودیت صرف کسی یہودی سے لین دین کے معاملے میں سود کی ممانعت کرتی ہے لیکن غیر یہودیوں سے سودی معاملے کو جائز قرار دیتی ہے۔قرونِ وسطیٰ کے کلیسا سود خوروں کو لالچ اور خیرات کے جذبے سے عاری ہونے اور حرص و حسد میں مبتلا رہنے کے باعث طوائف کے برابر قرار دیتے تھے۔ [Paul Mills and John Presley, *Theory and Paractice* [London: Macmillan Press, 1999], p.106]

لادینی طبقات بھی سودی نظام کے مخالف ہیں:

سود پر لادینی بنیادوں سے بھی حملہ کیا گیا۔کچھ معاشرتی افکار سود کے وجود کو پیسوں کے غلط استعمال اور ان کی غلط تقسیم سے منسوب کرتے ہیں۔سود کی معاشرتی درجہ بندی بشمول کرایہ اور فائدہ، مزدور سے بطور اضافی قدر [Surplus Value] کے حاصل کیا گیا جس کی مشترکہ طور پر مذمت کی جاتی رہی۔پراوڈہون [Proudhon] گیسل [Gesell] اور ڈگلس جیسے مفکرین اسی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتے ہیں کیوں کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ سود، سرمائے کی نقلی قلت ہے جو ایک ناقص مالیاتی نظام کی پیداوار ہے۔[Ibid.p.118]

"The ideas of theorists Proudhon, Gesell and Doughlas belong to the same school of thought, since they believe that interest is the artificial shortage of capital produced by a defective monetary system."

صرف سود سے اجتناب اسلامی بینکاری نہیں:

صرف سود سے اجتناب ایک بینک کو اسلامی بینک نہیں بناتا بلکہ اسلامی فریم ورک میں اس اجتناب کی علمی نشاندہی کرنا اور ایسے مباحث میں پڑنا جو ربوٰا کی ممانعت پر مبنی ہوں کسی ادارے یا بینک کو اسلامی بناتے ہیں۔لیکن ایسا مط غمر کے معاملہ میں نہیں ہوا۔ النجار کا معاملہ teleological یعنی مقصدیت سے متعلق تھا۔اسلامی بینک کا قانونی قیام ۱۹۷۰ء کے آخری عشرے میں ممکن ہوسکا اور النجار نے اپنے بینک کو تاریخ کے پہلے اسلامی بینک کا نام دیا۔بدقسمتی سے ہمارے سامنے صرف النجار کا معاملہ ہے۔معاشیات کے مسلم مصری علماء نے اس بابت اپنا نقطۂ نظر بیان نہیں کیا لہٰذا ہمیں اس بات سے سہو نظر کرنا پڑے گا کہ علماء کرام نے کس انداز کے بینک کو منظور کیا۔اگر ہم النجار کے اس بیان پر یقین کرلیں کہ اُن کی رضامندی کی وجہ معاشی و معاشرتی تھی تاکہ دیہی علاقوں میں بسنے والے لوگوں کو پیسے بچانے کی جانب ہمت افزائی کی جاسکے اور دیگر ذرائع کو متحرک کیا جاسکے۔النجار نے ایک ایسے بائیں بازو مفکر کے بارے میں بتایا جس کا یہ کہنا تھا کہ ایک ایسا بینکاری نظام جو سودی نظام پر اپنی بنیاد نہ رکھتا ہو سرمایے کی منطق کو غیر مستحکم کرسکتا ہے جو بینک کے قیام کا اہم جزو ہے۔[al Najjar, Islamic Banks]

مصر: پہلا اسلامی بینک ناکام ہوگیا

دوسرا اسلامی بینک: ناصر سوشل بینک

یہ حقیقت اس بات کی تصدیق کرتی ہے النجار کے ذہن میں بینک کا جو خاکہ تھا وہ اسلامی تھا۔یہ بھی واضح نہیں کہ اس

بینک کی منظوری کے پیچھے صدر جمال ناصر کا ہاتھ تھا یا یہ صرف وزیر معاشیات کا فیصلہ تھا۔ بہر حال بینک کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور یہ ۱۹۷۳ء میں تحلیل ہو گیا۔ اس تجربے نے اخوان المسلمین میں دو گروہ پیدا کیے۔ ایک وہ جو اسلامی بینک کاری کی حقیقت سے واقف ہو گیا کہ یہ محض سود کا بدلا ہوا نام ونظام ہے جب کہ دوسرا طبقہ خوش فہمی میں رہا کہ اس تجربے کے ذریعے بینکاری کو نجی شعبے میں غیر سودی روپ دیا جاسکتا ہے لہٰذا تجربات کے میدان میں مزید پیش رفت کی جائے۔ انھیں بنیادوں پر ۱۹۷۱ء میں ناصر معاشرتی بینک Nasser Social Bank قائم ہوا جسے بمشکل ہی ایک اسلامی بینک کہا جاسکتا ہے۔ مطغمر کی بہ نسبت یہ بینک سودی نظام سے پاک مقاصد کے تحت قائم کیا گیا تھا۔ اور جس قانون کے تحت اسے قائم کیا گیا اس میں اس کے سودی نظام سے پاک ہونے کا حوالہ کسی مذہب سے نہیں دیا گیا۔

سرمایہ شہریوں کا خادم ہونا چاہیے:

اپنی معاشرتی ذمہ داری کی وجہ سے اس بینک نے لین دین کے معاملات میں سودی قیمتوں کو ''اپنی بنیاد نہیں بنایا۔ اس نے اس بات کو تسلیم کیا کہ سرمایہ ایک معاشرتی عمل ہے ایک ایسے معاشرے میں جو انصاف اور فراوانی کو اپنی بنیاد بناتا ہو بہ نسبت سرمایہ دار معاشروں کے، سرمایے کو شہریوں کے خادم سمجھا جاتا ہے اور اس عمل میں کسی کی حق تلفی یا ناانصافی نہیں ہوتی، اس طرح یہ مان لیا گیا شرکت کا اصول طے شدہ سودی قیمتوں کا نعم البدل ہے''۔

یہ واضح ہے کہ اس قانون نے عرب سوشلزم کا گھسا پٹا نظریہ اپنایا ہے۔ صرف اسلام [Islamism] ہی ایسا نظریہ نہیں ہے جو سود کے خلاف ہو سوشلزم کا ایک حصہ بھی ایسا ہی نظریہ رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ بینکوں میں زکوٰۃ کا نظام بھی ایک بینک کو اسلامی بینک نہیں بنا سکتا۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ ناصر معاشرتی بینک کا انتظام وزارتِ معاشرتی معاملات کے تحت تھا جس کا دین سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ یہ اتنا اہم کیوں ہے کہ ایک جانب مطغمر اور ناصر سوشل بینک کو رکھیں اور دوسری جانب دیگر بینک رکھیں وجہ یہ ہے کہ ان دونوں گروہوں کی منطق ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہے۔ اولالذکر بینکوں کا مقصد معاشرتی اور معاشی زندگی کے درمیان خلیج کو پُر کرنا اور غربا میں بچت کی اہمیت کے شعور میں اضافہ کرنا اور ان کی مدد اور ان کے وسائل کو متحرک کرنا ہے۔ اس قسم کے ادارے کا مقصد دیگر بینکوں کے شانہ بشانہ کام کرنا ہے۔ لیکن موخرالذکر بینکوں کی بنیاد اپنے مقاصد اور ان کی ترقی پر ہوتی ہے اور یہ کہ ان نام نہاد اسلامی بینکوں کے علاوہ دیگر تمام بینک ناجائز ہیں اور یہ کہ اسلامی بینکوں کو ان کی جگہ لینی ہے۔ دونوں اقسام کی منطق مختلف ہے جو ان دونوں کو دو مختلف درجات میں منقسم کرنے کے عمل کو تجزیاتی طور پر آسان بنا دیتی ہے۔

مفتی عبدہٗ رشید رضا نے ربوٰ کو حلال قرار دیا:

مصر: تیسرا اسلامی بینک: الفیصل اسلامی بینک

اسلامی سرمایے سے متعلق ہمارے تعارف کے مطابق مصر میں پہلا اسلامی بینک، فیصل اسلامی بینک آف مصر تھا جو ۱۹۷۹ء میں قائم ہوا۔ ۱۹۷۰ء کے عشرے میں اسلامی بینکوں کا ظہور یقینی طور پر اُنیسویں صدی کے عصرِ حاضر کے دیگر بینکوں کو شک کی نگاہ سے دیکھے جانے کے سبب تھا۔ لیکن بعض ایسے بھی فتوے بھی موجود تھے جو سود کی شرحوں کو جائز قرار دیتے تھے۔ مثال کے طور پر مصلح محمد عبدہٗ اور ان کے شاگرد رشید رضا کے فتاویٰ۔ لیکن ایسے بھی فتاویٰ تھے جو بینک کے ساتھ کسی بھی معاملات کو ناجائز قرار دیتے تھے۔ اس ضمن میں ایک اچھی مثال ۱۹۰۷ء میں شیخ بکری الصدقی، اس وقت کے مفتی مصر کے فتاویٰ کی ہے اور ۱۹۳۰ اور ۱۹۴۰ کے عشروں میں مفتی مصر شیخ عبدالمجید سلیم کے فتاویٰ بھی اس جانب اشارہ کرتے ہیں۔ [The Center for Islamic Economy, *The Guide*]

*to Fatwasin Banking Affairs: The Most Important Fatwas on Usury, Interests, Modarabat, Mosharakat and Murabahat [*Cairo: The Islamic International Bank for Investment and Development, 1986]] سمیر کے الفاظ میں:

"while there were some *fatwas [*religious rulings given by a scholar] legitimizing the idea of interest rates- such as the *fatwas of* reformer Mohammed Abduh and those of his disciple Rashid Rida there were also other *fatwas* which prohibited dealing with banks Good examples are the 1907 *fatwa* of Sheikh Bakri Al-Sadafi, then Mufti of Egypt, and the several *fatwas* of Sheikh Abdel Megid Selim, who was Mufti of Egypt during the 1930s and 1940s."

پہلا مصری قوم پرست بینک: بینک المصر

لیکن وفد پارٹی کی صورت میں قوم پرست تحریک نے ان کے خیالات کے اثرات کو زائل کردیا۔قوم پرستی کے اس دور میں سب سے اہم مسئلہ مصری سیاست کو برطانوی نوآبادیاتی تصورات سے آزاد کرانا تھا۔معاشی سطح پر اس خواب کی تعبیر بینک المصر کے روپ میں سامنے آئی جسے طلعت حرب نے قائم کیا۔اس کا مقصد ایک آزاد معاشی نظام کا قیام تھا۔بینکوں سے متعلق جو سوال اُٹھایا گیا تھا وہ جائز بمقابلہ ناجائز نہیں تھا بلکہ قومی بمقابلہ بدیسی تھا۔لہٰذا طلعت حرب کو مصری تاریخ میں قومی آزادی کے ہیرو کے طور پر جانا جاتا ہے۔قوم پرستی کی اس لہر نے سود کے حرام وحلال ہونے کو ثانوی مسئلہ بنادیا اور قوم پرستی کے فروغ کے لیے سود کو حلال تصور کرلیا گیا۔

مصر میں اسلامی بینکاری کی ریاستی سرپرستی کیوں کی گئی؟

مصر میں بینکوں کی سودی اداروں کے طور پر مذمت اسی وقت سے موجود ہے جب پہلا سودی بینک کا وہاں قائم ہوا۔لیکن یہ چیز بظاہر ایک محدود طبقے تک تھی۔بیسویں صدی میں مصری بینکاری نظام کی ترقی کے ساتھ اس کی مذمت اور مخالفت میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔لیکن ۱۹۷۰ء کے عشرے میں اسلامی بینکوں کے قیام کے ساتھ سود کی ممانعت کے تصور نے حقیقت کا روپ دھارلیا۔ایسا اس لیے ہوا کہ جو لوگ سود خوری کے خلاف تھے انھیں ریاست کی جانب سے اپنی مرضی کے اظہار کے لیے ایک سنہرا موقع ملا۔۱۹۷۰ء کے عشرے میں حکومت کا ناصریوں اور مارکسیوں کے خلاف اسلامی تحریکوں کے ہاتھ مضبوط کرنے کا کردار سب پر عیاں تھا۔معاشی میدان اِن میدانوں میں سے ایک تھا جہاں حکومت نے ایک خاص حکمت عملی کے تحت اسلامی تحریکوں کے ہاتھ مضبوط کیے فیصل بینک کا قیام اس کا عملی ثبوت تھا۔

فیصل اسلامی بینک پر نوازشات کی بارش کیوں؟

فیصل اسلامی بینک کو ۱۹۷۷ء کے ایک خاص قانون ۴۸ کے تحت قائم کیا گیا جس کے ذریعے حکومت نے اس ادارے کو کئی مراعات بہم پہنچائیں جن میں سے کچھ یہ ہیں: قانون کی شق ۱۰ کے مطابق بینک اور اس کے اثاثہ جات کو قومیایا یا قرق نہیں کیا جاسکتا؛ فارن کرنسیوں سے متعلق کوئی قانون اس بینک کو پر لاگو نہیں ہوسکتا؛ پندرہ سالوں کے لیے بینک کو کئی ٹیکسوں سے مستثنیٰ کردیا گیا تھا؛ کسی حتمی قانونی فیصلے تک بینک کے تمام کھاتے خفیہ رکھے جاسکتے تھے؛ آرٹیکل ۱۶ اس بینک کو ایسی کسٹم ڈیوٹی اور محصولات سے مستثنیٰ کرتا تھا جو درآمدی اشیاء پر لاگو ہوتی تھیں؛ آرٹیکل ۳ اس بینک کو ایسا استحقاق تفویض کرتا تھا جس سے زکوٰۃ کی رقم بینک اپنے مصرف میں لاسکے۔[Tawfiq Al-Shawi, *The Story of Islamic Banks [*Cairo: Sprint, 1996] [Arabic]]

"Article 10 of the law stipulated that the bank and its assets could not be nationalized or Confiscated; the bank was not made subject to laws controlling foreign currencies; the bank was exempted from many taxes for a fifteen year period; the bank's accounts enjoyed complete secrecy except in case of final juridical decision; Article 16 give the bank an exemption on customs duties and taxes imposed on import equipment; Article 3 gave the bank the right to include the *zakat* paid by the bank in its costs."

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس قانون نے دیگر بینکوں کے مقابلے میں فیصل بینک کو کئی مراعات دے رکھی تھیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ انفرادی قوانین بینکوں کو مشترکہ سرگرمیوں کے لیے فائدے مہیا کرتا ہے لیکن کم از کم بینک فیصل کا طرہ امتیاز اس کی اسلامی حیثیت تھی، جسے مصری حکومت نے شاہ محمد الفیصل کی خواہشات کی تکمیل کے لیے منظور کیا ہوا تھا۔

الفیصل اسلامی بینک: مراعات کا نور:

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ پارلیمانی مباحث کے دوران کئی اراکین پارلیمان نے ان خاص سہولتوں پر شدید اعتراضات کیے تھے جو انھوں نے وزیر معاشیات کے بجائے وزیر اوقاف شیخ الشراوی کو تنقید کا نشانہ بنایا جنھوں نے یہ قانون پارلیمان میں پیش کیا اور اس کا دفاع کیا تھا۔ حکومت کا یہ موقف تھا کہ اس قسم کی خاص مراعات اس بینک کو اس لیے دی گئیں کہ یہ ایک اسلامی بینک تھا اور یہ کہ یہ قانون وزیرِ اوقاف کی خواہش کے مطابق لاگو کیا گیا تا کہ بینک اسلامی اصولوں کے مطابق کام کر سکے۔

فیصل بینک کے لیے پارلیمان کی سو فیصد حمایت:

لیکن اس کے بعد کی کارروائی وزیر معاشیات نے چلائی جو پارلیمان میں آئے اور اس قانون کو منظور کرایا۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ رائے شماری میں اس قانون کو تمام پارلیمانی اراکین کی حمایت حاصل تھی۔ حتیٰ کہ بائیں بازو والے اراکین جنھوں نے کئی تحفظات کا اظہار بھی کیا تھا اور مخالفت بھی کی تھی اس ووٹنگ میں شریک ہوئے۔ اس عمل سے بظاہر ایسا لگتا تھا کہ اس قانون کے خلاف ووٹنگ، خدا کے خلاف ووٹنگ تصور کی جائے گی۔ یہ بات بھی توجہ کے لائق ہے کہ فیصل بینک کے متعلق قانون میں حکومت نے ۱۹۸۱ء میں ترمیم بھی کی یہ حقیقت بجا طور پر ہمارے اس بیان کے خلاف نہیں جاتی کہ ۷۰ کے عشرے میں حکومت کا ''ظاہر ہاتھ'' اس کی بنیاد اور اسلامی بینکوں کے فروغ کے پیچھے رہا ہے۔

اسلامی بینکاری: نجی اور حکومتی معاملات:

اس وقت مصر میں تین اسلامی بینک کام کر رہے ہیں فیصل اسلامی بینک، اسلامک انٹرنیشنل بینک فار انوسٹمنٹ اینڈ ڈیولپمنٹ [IIBID] اور مصری بینک اور سعودی انوسٹمنٹ بینک [ESIB]۔ ان بینکوں کو عموماً ''پرائیویٹ اسلامی بینک'' کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا جو ٹھیک نہیں تھا۔ [See Michel Galloux, *Finance Islamique et Pouvoir Politique: Politique: le Cas de l' Egypte Moderne* [Paris: Presse Universitaire de France, 1997]; Mahmoud Mohieildin, *On Formal and Informal Islamic Finance in Egypt,* The Middle East Studies Association Twenty Ninth Annual Conference, December 1995]

حقیقت حال یہ تھی کہ مصری حکومت وہاں کے پرائیویٹ سیکٹر کے اسلامی بینکوں کا پورا پورا ساتھ دے رہی تھی۔ FIB میں حکومت [وزارت اوقاف] کا ۲۰ فی صد حصہ لگا ہوا تھا جبکہ ۴۰ء۸ فی صد ESIB اور ۸۰ فی صد [IIBID] میں لگا ہوا تھا۔ اگر ہم مصری

حکومت کے عام بینکوں کی اسلامی شاخوں میں موجود شیئرز کا بھی حوالہ دیں تو پھر اس نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے کہ مصر میں اسلامی بینک سودی نجی بینکوں کے برابر اثر رکھتے ہیں۔ اس بابت بھی اعتراض کیا گیا کہ دیگر بینکوں نے اپنی اسلامی شاخیں کھولنے کا فیصلہ اس وقت کیا جب انھوں نے اسلامی بینکوں کو اسلامی بنیادوں پر بچت کی ترغیب میں کامیاب ہوتے دیکھا حالاں کہ جدولیاتی طرز پر دیکھا جائے تو یہ غلط ہے کیوں کہ موجودہ بینکوں کی پہلی اسلامی شاخ جسے حکومت نے خرید لیا تھا، بینک المصر کی الحسین برانچ تھی جسے جنوری ۱۹۷۹ء میں رجسٹرڈ کیا گیا۔

شیخ الازہر کی حمایت کا سبب شیخ صالح کمال:

یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے مصری حکومت کے معاشیات سے متعلق ارباب اختیار فیصل اسلامی بینک کی کامیابی کے لیے کافی پر اُمید تھے اور اس کے آنے والے دنوں کے نفع میں اپنا فائدہ دیکھ رہے تھے۔ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ حکومت اسلامی بینکاری کی ترویج چاہتی تھی تا کہ حکومت کی کچھ بینکاری سرگرمیاں اسلامی سرمایہ سے منسلک ہو جائیں۔ حالاں کہ الحسین اسلامی برانچ نے دیگر وقف شدہ اسلامی بینکوں کی کارکردگی کو پیچھے چھوڑ دیا اور ۱۹۸۰ کے عشرے سے ان کا پھیلاؤ شروع ہوا اور ۱۹۹۵ء تک ان کی شاخوں کا جن کی تعداد ۵۷ تک ہو گئی تھی ۱۹۸۰ء کے عشرے میں مذکورہ پھیلاؤ، اسلامی بینکوں میں بچت کی جانب راغب کرنے کی کامیابی کی دلیل تھی۔ [Fayad Abdel Moheim, *An Economic Evaluation of Islamic Banks: The Egyptian Case,* PhD dissertation, Al-Azhar University, 1999. [Arabic]]

حکومت کی اسلامی بینکوں میں شراکت صرف سرمایے تک محدود نہیں تھی بلکہ آگے جا کر یہ شراکت نظریاتی بنیادوں پر بھی ہو گئی مثال کے طور پر جامعہ الازہر جو ایک سرکاری تعلیمی ادارہ ہے اس کے سرابرہ کی تعیناتی مصری صدر کے ذریعے ہوتی ہے اور یہی جامعہ صالح کمال سنٹر فار اکنامکس اسٹڈیز کو بھی چلاتا ہے۔

البرکہ گروپ کا کردار اسلامی بینکاری میں:

جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے کہ اسے سرمایہ شیخ صالح کمال سے مل رہا تھا جو البرکہ گروپ کے سربراہ تھے اور مصری۔ سعودی سرمایہ کاری بینک میں ایک اہم شراکت دار تھے۔ الازہر جامعہ اسلامی بینکنگ اور اسلامی معاشیات کے موضوع پر کئی کانفرنسوں کا مرکز رہا ہے۔ مزید برآں اسلامی بینکوں کے قیام سے الازہر کے اسکالروں کی مذہبی نگران بورڈ کے ممبروں کے طور پر تقرری کی گئی ان بورڈ کے ممبروں کی تقرری بینک کی جانب سے کی جاتی تا کہ اس بات کا پتہ لگایا جا سکے کہ آیا بینک اسلامی قوانین کے مطابق چل رہے ہیں یا نہیں۔ جہاں تک بینک اور ریاست کے تعلقات کی بات ہے اس بات کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ ریاست نے اسلامی بینکوں کے قیام اور ان کی ترویج میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے صرف یہی نہیں بلکہ وہ ان کی سرگرمیوں اور اس کی ترقی میں بھی متحرک رہی۔

ریاست کے بینک سے رویے کو بہتر سمجھنے کے لیے اپنے تجزیے میں ریاست کو مختلف حصوں اور فنکشن میں توڑنا پڑے گا۔ ریاست کے تین قسم کے ادارے جو اسلامی بینکوں سے متعلق ہیں وہ ہیں مالیاتی مقتدرہ [یعنی وزارت معاشیات اور بینک المرکزیہ]، مذہبی مقتدرہ [وزارت اوقاف الازہر اور مفتی مصر]، سکیورٹی مقتدرہ [اسٹیٹ سیکیورٹی آفس]۔

بینک المرکزیہ کی سرگرمی یہ تھی کہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ دیگر بینکوں کی طرح اسلامی بینک بھی اسی کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں۔

اسلامی بینک: کاروبار سودی لبادہ اسلامی

سودی بینک اسلامی بینک سے بہتر ہیں: مفتی مصر

ایسا ۱۹۸۱ء سے چل رہا تھا جب فیصل اسلامی بینک سے متعلق قانون میں ترمیم کی گئی تا کہ بینک المرکزیہ کو نگرانی کا اختیار

تفویض کیا جاسکے یہ ترمیم اسی وقت کی گئی جب اس بینک نے ایسے خاص قوانین کو لاگو ہونے سے روک دیا جن کے تحت نئے اسلامی بینکوں کا قیام ہوتا تھا۔ بینک المرکزیہ کی اسلامی بینکوں پر بحث ہمیشہ معاشیات پر مبنی رہی۔ اس میں یہ بات زور و شور سے کہی جاتی رہی کہ اسلامی بینک بھی دیگر بینکوں ہی کی طرح ہوتے ہیں جہاں اسلام کے لبادے میں سودی کاروبار ہوتا ہے اور انتہاء تو یہ ہوتی ہے کہ اسلامی اصولوں کو معاشیات کے زبردستی تابع کر کے ان کا مذاق بنادیا جاتا ہے لہٰذا ان بینکوں پر بھی وہی قوانین لاگو ہونے چاہئیں جو دوسرے بینکوں پر لاگو ہوتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ مذہبی ارباب اختیار یعنی وزارتِ اوقاف اور الازہر ہمیشہ سے اسلامی بینکوں کے طرفدار رہے ہیں۔ اس ضمن میں الازہر کے سربراہ جو سابق مفتی بھی رہ چکے ہیں مستثنیٰ ہیں ۱۹۸۹ء میں جب وہ مفتی تھے انھوں نے ایک فتویٰ صادر کیا تھا جس کے تحت عصری بینکوں کو سود کے کاروبار کی مذہبی اجازت دی گئی تھی۔ ۱۹۹۷ء میں اسلامی بینکوں پر عوامی بحث میں جب یہ حضرت الازہر کے سربراہ تھے تو انھوں نے علی الاعلان یہ بیان دیا تھا کہ ان کی رائے کے مطابق غیر اسلامی سودی بینک اسلامی بینکوں کی بہ نسبت اسلام سے زیادہ قریب ہیں۔ [*Al-Alam Al-Youm,* 5 January 1997]

"The head of al Azhar, who is also a former Mufti, is an exception in this regard. In 1989, during his tenure as mufti, he issued a *fatwa* conferring religious legitimacy on interest taken and dispensed by conventional banks. Furthermore, during the last public debate on Islamic banking in 1997 by which time he was already head of al Azhar he publicy stated that, in his opinion, conventional banks were closer to Islam than Islamic banks".

فیصل اسلامی بینک سے اخوان علماء کا اخراج:

لیکن اسٹیٹ سیکیورٹی آفس اسلامی بینکوں کو مستقبل کا ایک بڑا خطرہ سمجھتی تھی کیوں کہ ان بینکوں کو آنے والے وقتوں میں سیاسی اسلام کے محور کے طور پر استعمال کیا جاسکتا تھا۔ اسٹیٹ سیکیورٹی آفس کے سابق ناظم فواد عالم کے مطابق ریاست کے اس تحفظاتی ادارے نے ۱۹۸۰ء کے عشرے میں اسلامی بینکنگ میں مداخلت کی کیوں کہ جس چیز کا خطرہ تھا وہ نظر آنا شروع ہوگیا تھا۔ ریاست اس ضمن میں فیصل اسلامی بینک کے صدر پرنس محمد الفیصل کو یہ بات باور کرانے میں کامیاب ہوگئی کہ وہ بینک سے اخوان المسلمون کے کچھ اراکین کو نکال باہر کریں جو مجلس انتظامیہ میں داخل ہوگئے تھے۔ [Fouad Alam, ex-director of State Security Office, interviewed on 13 December 2001]

اختصار کے ساتھ یوں کہا جاسکتا ہے ریاست کے اسلامی بینکوں سے تعلق نے ایسی حکمت عملیوں کو وضع کیا جو بہت متضاد اور کبھی کبھار خلاف توقع ہوتی تھیں۔ اسلامی بینکوں سے تعلقات کے سلسلے میں زری اور مالیاتی حکمت عملیوں سے انحراف ان سودی بینکوں سے معاملات کے سلسلے میں کئی قسم کے تضاد کا سبب بنا۔

شمشیر زن تخلیق کرنے کی سرکاری حکمت عملی:

ریاست کا اسلامی بینکوں کے فروغ سے متعلق فیصلہ جو اس کی اسلامی تحریکوں کی حوصلہ افزائی سے متعلق حکمت عملی کا حصہ بھی تھا، تمام بینکنگ نظام کی ایک بنیادی قانونی حیثیت پر شک پیدا کرنے کا سبب بنا۔ اس بینکاری کی حکمت عملی کی بنیاد سود کی شرحوں پر رکھی گئی۔ مصری حکومت کی اس غیر دانشمندانہ حکمت عملی کچھ بینکوں کو ''اسلامی'' کا ٹھپہ لگانا خود بخود دیگر بینکوں کو اس غیر اسلامی یعنی سودی قرار دینے کے مترادف تھا۔ نتیجتاً ریاست خود ایک گناہ گار کے روپ میں سامنے آئی کیوں کہ اس نے سودی بینکوں کی سودی شرحوں کو بنیاد

بنا کر کاروبار کرنے سے روک دیا۔ یہ حکومت کا اسلامیت [Islamism] سے متعلق حکمت عملی کا مضحکہ تھا: ریاست خود ہی ایک ''شمشیرزن تخلیق کرتی اور اسے تقویت دیتی ہے۔جیسا کہ سادات نے ۱۹۷۰ء کے عشرے میں اسلامی تحریکوں کی ہمت افزائی کی اور آخر کار انھی کے کچھ لوگوں کے ہاتھوں ان کا قتل ہوا۔

حکومت خود اسلامی بینکوں کی ہمت افزائی کرتی ہے اور پھر خود ہی اس بنیاد پر رسوا ہوئی کہ وہ سودی اداروں کو پروان چڑھا رہی ہے۔اس مضحکہ کو بیان نہیں کیا جاسکتا اِلا یہ کہ مختلف اور متضاد منطق کا سہارا لیا جائے۔مصری ریاست کے ان بینکوں کے معاملات ان کے اسلامی سرمایے میں آج بھی جاری وساری ہیں۔

اسلامی بینکاری اور اسلامی تحریکیں:

مصر میں اسلامی تحریکوں کے شدت پسند مخالفین، اسلامی بینکوں کو اسلامی تحریکوں کی معاشی شاخ تصور کرتے ہیں۔تمام اسلامی بینک یک سنگی عنصر نہیں ہیں اگر ہم اسلامی بینکوں کو ایک میدان تصور کریں تو اس میدان میں کئی کردار روبہ عمل ہیں جن میں ہر ایک کے اپنے مخصوص مفادات ہیں۔

اسلامی بینکاری میں اخوان المسلمین کی شراکت:

یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ اسلامی تحریکوں میں شامل اصلاح پسند طبقہ خاص کر اخوان المسلمون اسلامی بینکوں کے قیام کے عمل کو اسلامی معیشت کی ترویج پر منتج کرتے تھے۔قربانیوں، قید و بند کے مرحلوں، خاک وخون کے سمندر سے گزرنے کے صبر آزما مرحلے کے بعد ۱۹۷۰ء کے عشرے میں مصر کے سیاسی منظر نامے پر اخوان المسلمون Muslim brotherhood کی واپسی کے بعد مصر میں اسلامائزیشن کا اہم ترین ہدف معاشی میدان تھا۔اخوان المسلمون کے بعض ارکان جو کہ اسلامی بنک کی تخلیق میں شامل رہے تھے، اپنے بعض ہمدردوں اور ارکان کو [مثلاً یوسف ندا، یوسف القرضاوی، اور عبداللطیف الشریفؒ] کو اس کے بورڈ آف ڈائرکٹرز میں شامل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔احمد عادل کمال کو بورڈ آف ڈائرکٹرز کا نائب صدر منتخب کیا گیا۔اسلامی تحریک اور ریاست کے مابین تعلقات میں خرابی پیدا ہونے کے بعد شہزادہ محمد الفیصل نے ریاست کے سیکورٹی آفس کی درخواست پر اسلامی تحریک کے اکثر ارکان کو بینک کے بورڈ آف ڈائرکٹرز سے خارج کردیا۔اسلامک انٹرنیشنل بینک فور انوسٹمنٹ اینڈ ڈیولپمنٹ IIBID نے بھی اسی طرح کی مثال قائم کی۔اخوان المسلمون کے ایک اہم رکن عبدالحامد غزالی کو ۱۹۸۰ء میں کنارے پر لگا دیا گیا جو اسلامی بینک کے قیام میں پیش پیش تھے۔اخوان نے جب اسلامی بینکاری کے خلاف کام شروع کیا تو اپنے علماء کو مستعفی ہونے کا مشورہ دیا لیکن شیخ غدۃ، قرضاوی اور الغزالی کو اخوان نے فیصلہ نہ ماننے پر خارج کردیا۔

اسلامی بینکاری میں مشغول لوگ سیاست میں نہیں آئے:

۱۹۸۸ء میں جب بینک مالیاتی تباہی کے دہانے پر پہنچ گیا تو ملک کے چار بڑے بینکوں کے سرمائے کے ذریعے بینک کو سہارا دیا گیا۔اس وقت سے بنک حقیقی طور پر سرکاری بینک میں تبدیل ہوگیا جس کے ۸۰ فی صد حصص ریاست کے پاس تھے۔دوسرے الفاظ میں ۱۹۷۰ء کے عشرے میں بینک کے معاملات میں بنیاد پرستوں کی شمولیت بنک اور اسلامی تحریک کے درمیان تعلقات کا ہنی مون کا دور تھا۔ان تعلقات کا اختتام ۱۹۸۰ء کی دہائی میں اس وقت ہوا جب اسلامی تحریک کے اکثر ارکان کو دیوار سے لگا دیا گیا۔

ابتدائی دور کی اسلامی بینکاری میں اسلامی تحریکوں کی شمولیت کے باوجود یہ بات قابل غور ہے کہ اسلامی بینک کے بانیوں کی اکثریت نے بعد میں بھی سیاست میں حصہ نہیں لیا اور اگر لیا بھی تو محض اسلامی تحریک کے ساتھ ہمدردی کی حد تک کیوں کہ ان افراد کو

اسلامی بنک میں فعال رکھنے والے غالب عوامل معاشی ترغیب پر مبنی تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے ان بینکوں کے اسلامی تشخص نے ان افراد کو مالیاتی مارکیٹ میں نفوذ کا موقع اور راستہ فراہم کیا۔ اسلامی بینکاری کی کہانی مصر میں خواتین کے حجاب اختیار کرنے کی روداد سے بھی مماثلت رکھتی ہے۔

مصر میں برقعے کی روایت کا فروغ:

۱۹۷۰ء اور ۱۹۸۰ء کی دہائیوں میں مصر میں برقعے کی روایت کو فروغ حاصل ہوا جو کہ سیاسی اسلام کے فروغ کی ایک اہم علامت تھی۔ یہ اسلامی تحریکوں کے لیے ایک بڑی کامیابی تھی جس نے اسلامی تحریکوں کے مقاصد یا طرزِ زندگی کو مصری معاشرے میں نافذ کرنے کا موقع فراہم کیا۔ حالیہ دَور میں مصر میں پردہ کرنے کا مطلب اب کسی اسلامی تحریک سے منسلک ہونے کا تصور ختم ہو گیا اور پردے کی اپنی منطق اور فکر منظر عام پر آئی۔ آج پردہ یا برقعہ مصر میں مذہب کی علامت سمجھا جاتا ہے اور بہت کم اسے اسلامی تحریکوں کے ساتھ ہمدردی سے منسلک کیا جاتا ہے۔ قدامت پسند گھرانوں کی خواتین گھر سے نکلنے کے لیے برقعہ کو استعمال کرتی ہیں نیز یہ گھر کی لڑکیوں کے گھر سے باہر سرگرمیوں کی حفاظت کے علاوہ بعض وجوہ کی بنا پر پیدا ہونے والے خطرات کو بھی کم کر دیتا ہے۔ بعض طبقات میں پردہ سماجی عزت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ آج کل بنیاد پرست گروہ سے ناپسندیدگی کی وجہ سے چادر کے انداز کے حجاب استعمال نہیں کیے جا رہے بلکہ اس کی جگہ سر کے دوپٹے [ہیڈ اسکارف] مقبول ہو رہے ہیں جو کہ بعض اوقات ایک چھوٹے سے کپڑے یا ریشمی گلوبند کی صورت میں ہوتا ہے جو بال بھی مکمل طور پر نہیں ڈھانپتا، یہ کپڑے نیلی جینز اور قمیض کے اوپر پہنے جاتے ہیں۔ ایسا کیوں؟ ایسا اس لیے ہے کہ حجاب اختیار کرنے کے اکثر اسباب وہ ہیں جو اسلامی تحریکوں کے نظریات سے مختلف ہیں۔

یہی معاملہ اسلامی بینکاری کا ہے اسلامی بینکاری میں اسلامی تحریکوں کی اجارہ داری ہے نہ ہی اس کے بانیوں کی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی بینکاری میں کارفرما عوامل میں بہت ساری چیزیں مسیحی فطرت سے قریب ہیں۔ تاہم اسلامی بینکوں میں کام کرنے والے روزمرہ کارکنوں کا حجم غفیر غیر سیاسی ہے جو کہ اسلامی بینکوں اور سودی بینکوں کے درمیان لڑھکتا رہتا ہے۔

اسلامی بنکاری کا ارتقاء: بحران سے جمود تک:

اسلامی بینکاری تین مراحل سے گزر چکی ہے۔

پہلا مرحلہ متاثر کن شرح نمو کا تھا۔ دوسرے مرحلے کو عمیق بحران کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اور تیسرا مرحلہ اضافی بازیافت کا ہے جو کہ جمود کا شکار ہو گیا۔

اسلامی بینک کی مقبولیت کا سبب زیادہ شرح منافع کی پیش کش:

اسلامی بینکوں کے منظر عام پر آنے کے فوراً بعد ان کے زر امانت deposit میں تیزی سے اضافہ ہونا شروع ہوا جو کہ ۱۹۸۰ء کے وسط تک بغیر کسی رکاوٹ کے آگے بڑھتا رہا۔ اس عرصے کے دوران اسلامی بینکوں کے زر امانت [Deposit] کی اوسط شرح نمو 88.2 فی صد تھی۔ جس سے اس کی کل بچت ۱۹۸۶ء میں ۹۸ فی صد ہو گئی۔

اس تیزی سے بڑھتی ہوئی شرح نمو کو اس دور میں بڑھتی ہوئی مذہبی بیداری سے منسوب کیا جاتا ہے جس کی رو سے سودی بینکوں کی تجارت اسلامی قوانین کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے لوگ ان بینکوں میں رقم جمع کروانے سے اجتناب برتتے ہیں لیکن معاملہ اس سے آگے کا ہے کیوں کہ اسلامی بینک میں رقم جمع کرانے کا محرک محض مذہبی نہیں بلکہ پرکشش شرح منافع نے لوگوں کو اس جانب راغب کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا لہٰذا اسلامی بینکوں کی بھاری شرح منافع کے باعث عام لوگ اور سیکولر افراد بھی زیادہ منافع کی خاطر

ان بینکوں میں سرمایہ کاری کرنے لگے جس سے ان بینکوں کا تجارتی حجم بہت بڑھ گیا اور اس بڑھتے ہوئے حجم کو خواہ مخواہ سیاسی اسلام کی قوت میں اضافے کا اعلان سمجھا گیا جو کہ حقیقت پر مبنی نہیں تھا۔ایک وقت ایسا تھا کہ اسلامی بینک،سودی بنکوں کے مقابلے میں نسبتاً بہتر منافع کی پیش کش کر رہے تھے۔جس وقت سودی بنکوں کی طرف سے پیش کی جانے والی شرح سود ۱۹۸۰ء میں ۸ فی صد تھی اس وقت فیصل اسلامی بینک ۱۲ء۳۰ فی صد کے متوازی منافع کی پیش کش کر رہا تھا[Calculated by the auther]۔تمام مقاصد اور ارادوں کے لحاظ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فیصل بینک نے مارکیٹ میں کاروبار کا آغاز مذہبی اور معاشی دونوں حوالوں سے ایک بہتر معاشی ترغیب سے کیا۔اسلامی بینکوں کی ابتدائی متاثر کن ترقی کی وجہ ان بینکوں کے Foreign Currency Account بھی تھے اسلامی بینک اپنی رقوم کا بڑا حصہ غیر ملکی کرنسی میں جمع رکھتے تھے اور اسی غیر ملکی کرنسی کے حوالے سے وہ منافع تقسیم کرتے تھے ایسے وقت میں جب مقامی کرنسی میں شرح سود کم تھی اور مصری پاؤنڈ مسلسل انحطاط کا شکار تھا،اسلامی بینکوں کا عمل کھاتے داروں کو اپنی طرف زیادہ راغب کر رہا تھا۔

مصری پاؤنڈ کی قیمت میں کمی اسلامی بینکاری کے فروغ کا سبب بنی:

۹۰۔۱۹۸۰ء کے دوران مصری پاؤنڈ کی قیمت میں بہت زیادہ کمی دیکھنے میں آئی[جو کہ تقریباً ۳۵۰ فیصد تھی]اس کی وجہ سے اسلامی بینک میں غیر ملکی کرنسی میں جمع شدہ رقم کو جب مصری پاؤنڈ میں ظاہر کیا جاتا تو یہ تیزی سے بڑھتی ہوئی شرح نمو کو ظاہر کرتا۔۱۹۸۰ء کے دوران اسلامی بنکوں کی کل جمع شدہ رقوم کا ۷۰ فی صد حصہ Foreign Currency Account میں جمع تھا[Mohieildin, *On Formal and Informal Islamic Finance*, pp.17,18]۔اس کے باعث اسلامی بینکوں کا کاروبار اور شرح منافع دیگر سودی بینکوں سے زیادہ مستحکم اور بہتر نظر آنے لگا لیکن یہ فریب نظر زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔

اسلامی بینکاری کا بحران:

۱۹۸۰ء کی دہائی کے دوسرے حصے سے ۱۹۹۳ء تک اسلامی بینکوں کے مالیاتی ذخائر میں کمی آنا شروع ہوئی اور چند سالوں کے دوران ان کی شرح نمو کی قدر منفی ہونے لگی مثلاً ۱۹۸۹ء میں[۰ء۰۳۔فی صد]،۱۹۹۲ء میں[۴ء۹۔فی صد]اور ۱۹۹۳ء میں[۶ء۸۔فی صد]ہوگئی۔اس عرصے میں بچتوں کو اسلامی بینکوں میں جمع کرانے کے رجحان میں حیرت انگیز کمی واقع ہوئی جو کہ ۱۹۸۶ء میں ۹ء۸ فی صد سے ۱۹۹۴ء میں ۴ء۸ فی صد ہوگئی۔اگرچہ سرمایہ میں کمی کی اصل شرح اس سے کہیں زیادہ ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ مصری پاؤنڈ کی بتدریج قیمت میں کمی کی وجہ سے اسلامی بینکوں کے زرامانت[deposit] کی قدر خود بخود کم ہوتی گئی۔اگر یہی زرامانت امریکی ڈالر کی صورت میں جمع کروایا جاتا تو فیصل بینک کے ذخائر میں قابل ذکر اضافہ ہو جاتا جو کہ اس دوران منفی رہا اور ۱۹۸۶ء میں ۳۲ فی صد سے ۱۹۸۷ء میں ۹ء۲۳ فی صد رہ گیا۔اس تنزلی کو اسلامی بینک سے منسلک بعض عوامل اور اسلامی بینک کے بعض افعال کی بینکنگ مارکیٹ میں منتقلی کے حوالے سے واضح کیا جا سکتا ہے۔

غیر سودی نظام کا پرکشش نعرہ:

اس کی ایک وجہ ۱۹۸۰ء کی دہائی کے دوران بچت کنندہ کو راغب کرنے کے لیے شدید مقابلے بازی اور بینکاری کے کاروبار پر ان اسلامی بینکوں کی بلاشرکت غیرے اجارہ داری تھی۔اسلامی بینک جب منظر عام پر آئے تو انھیں اپنے طریقہ کار میں اسلامی قوانین کے ساتھ مطابقت کے دعوے پر مکمل اجارہ داری حاصل تھی ان کا کوئی مدمقابل نہ تھا غیر سودی نظام کا نعرہ ویسے بھی مسلمانوں کے لیے نہایت پرکشش نعرہ تھا سود سے نفرت اسلامی معاشروں کے رگ و پے میں لہو بن کر دوڑتی ہے لہٰذا یہ تصور ایک جمالیاتی تصور کے بجائے حقیقی شکل میں سامنے آنے لگا تو سواد اعظم کا رجوع ان اداروں سے بڑھنے لگا۔سودی بنکوں میں اسلامی شاخوں کے کھلنے سے

اسلامی بینکوں کو اپنے طاقتور کھاتے داروں سے محروم ہونا پڑا۔ ان بینکوں اہم ترین ''بنک المصر'' تھا جس کی ۱۹۹۶ء تک تیس اسلامی شاخیں کھل چکی تھیں بعض اندازوں کے مطابق ۱۹۸۸ء میں سودی بینکوں کی اسلامی شاخوں میں زرامانت کی شرح ۳۱ء فی صد تک پہنچ گئی تھی [Michel Galloux, "Finance Islamique Privee en Egypt: performances et contraintes etatiques, le cas de la Banque Faysal" , in Gian Maria Piccinelli, Banche Islamiche in Contesto Non Islamico [Rome: Instituto Per L'Oriente, 1994], pp.207-48.۔

اسلامی سرمایہ کار کمپنیوں کے دیوالیے کے اثرات اسلامی بینکاری پر:

پہلا اسلامی بینک کھلنے کے بعد سے اسلامی سرمایہ کاری کی کمپنیاں منظر عام پر آنا شروع ہوئیں۔ ان کمپنیوں نے بھی اپنے مالیاتی افعال کو اسلامی شریعت کے عین مطابق ہونے کا دعویٰ کرنا شرع کیا۔ اس مذہبی مباحیت کے علاوہ ان کمپنیوں کے پاس ایک دوسرا فائدہ یہ بھی تھا کہ یہ Fund Management Companies منافع کی پیش کش کرتے ہوئے 26 فی صد منافع کا دعویٰ کرتیں اور رقم کی واپسی کے وقت کا منافع کبھی بھی ۱۱ فی صد سے آگے نہیں بڑھا۔ اسلامی سرمایہ کار کمپنیوں کے ظہور کے اسلامی بینکوں پر برے اثرات مرتب ہونا شروع ہوئے مگر اس کا دوسرا زیادہ برا اثر اس وقت ہوا جب یہ ۱۹۸۰ء کے اواخر میں منہدم ہوگئیں۔ ان کمپنیوں کے زوال کا ایک اور اثر یہ ہوا کہ ان کے بعد اسلام کے نام پر قائم ہونے والے معاشی ادارے نا قابل اعتبار ہوگئے اور ان کے غیر محفوظ ہونے کا خطرہ بڑھتا چلا گیا۔ اسلامی سرمایہ کار کمپنیوں کے زوال کے بعد اسلامی بینک کے کھاتہ دار ایک لمبی قطار میں اپنی رقوم واپس نکلواتے ہوئے نظر آئے۔ اس بات کی بھی افواہ تھی کہ شہزادہ محمد الفیصل نے اربوں ڈالر جہاز میں بھر کر قاہرہ ائر پورٹ سے فیصل بینک میں جمع کروائے تا کہ کھاتہ داروں کی رقوم کی واپسی ممکن بنائی جا سکے۔ بعد ازاں، جب انھیں اس بات کا یقین ہوگیا ہے کہ حکومت اسلامی بینک کو بند نہیں کرے گی تو انھی کھاتہ داروں نے اپنی رقوم بینک میں واپس جمع کروادی۔

پر کشش منافع کم ہونے سے اسلامی بینکاری زوال پذیر ہوئی:

اسلامی بینکوں کے زوال کی ایک اور اہم ترین وجہ ان کے کل زرامانت [deposit] میں کمی تھی جس کی وجہ سے کھاتے داروں کی منافع کی شرح کم ہوگئی اور وہ سودی بینکوں کی شرح سود سے بھی نیچے گر گئی۔ نتیجتاً اسلامی بینکوں کے پاس وہی متقی کھاتے دار باقی رہ گئے جن کو شرح منافع سے قطعاً کوئی سروکار نہیں تھا۔ بعض کھاتے داروں نے کم شرح منافع اس لیے قبول کرلیا کہ اسلامی قوانین کی رو سے منافع کی شرح کو تبدیل ہوتے رہنا چاہیے۔ مگر جب اسلامی بینکوں کی طرف سے دی جانے والی منافع کی رقم اور سودی بینکوں کے سود کی شرح میں فاصلہ بڑھتا چلا گیا اور اسلامی قوانین سے مطابقت کی بہت زیادہ قیمت ادا کرنی پڑی تو ثواب کا جذبہ سرد پڑنے لگا اور ''گناہ'' کی ترغیب بڑھنے لگی۔ ۱۹۸۹ء میں IIBID سے بڑی مقدار میں سرمایہ نکلوانے کی اہم ترین وجہ اس کی اس سال اور گذشتہ سال میں منافع کی تقسیم کے عمل میں تاخیر تھی۔ بینک کے زرامانت [deposit] کی 54 فی صد رقم اس سال اور گذشتہ سال تاخیر سے تقسیم ہوئی۔ اس موقع پر بینک کو شدید قسم کے بحران کا سامنا کرنا پڑا۔ اندرونی اختلافات کی وجہ سے بینک کے بورڈ آف ڈائرکٹرز منتشر ہونا شروع ہوگئے اور مرکزی بینک کی مداخلت تک دیوالیے کے دہانے پر پہنچ چکا تھا۔ مرکزی بینک نے بورڈ آف ڈائریکٹرز کو تحلیل کردیا اور چار بڑے سرکاری بینکوں کی مدد سے بینک میں دوبارہ سرمایہ کاری کی گئی۔

اسلامی بینکاری سٹے کے کاروبار میں ملوث ہوئی:

منافع کی شرح میں کمی کی وجہ اسلامی بینکوں کے نظم ونسق کی خرابی بھی تھی۔ ان بینکوں نے بڑی مقدار میں بعض جامد قرضے

[Bad Loans] دیے۔ ان قرضوں کی ادائیگی تاخیر سے ہوئی اور ان قرضوں کی مالیت بینک کے کل زرامانت [deposit] کا 70 فی صد تھی۔ اسلامی بینک کو ان رقوم کی وصولی کے لیے عدالت سے رجوع کرنا پڑا۔ نیز پھنسے ہوئے قرضوں [Bad Loans] کے بحران کی وجہ سے اسلامی بینک کو قرضوں کی ادائیگی میں تاخیر پر جرمانہ عائد کرنا پڑا۔ اس عمل نے علماء کے درمیان بحث کا دروازہ کھول دیا کہ تاخیر پر جرمانہ سود کی ایک شکل ہے۔ بہرحال اس کے بعد اسلامی علماء کے نگران بورڈ نے اس بات کو تسلیم کیا کہ جرمانہ کی اسلامی قانون کے ساتھ مطابقت موجود ہے۔ اسلامی بینک کے بحران کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بینک بعض خطرناک قسم کے تجارتی افعال میں شریک ہو گیا تھا ان سرگرمیوں سے ایک دھاتوں پر سٹے بازی اور اس پر بڑی رقم لگانا تھا، یہ عمل کافی خطرناک تھا جس کی مثال بینک آف کریڈٹ اینڈ کامرس انٹرنیشنل [BCCI] تھا جو فیصل اسلامی بینک کی رقم کے ساتھ ڈوب گیا۔

شیخ طنطاوی: سودی لین دین جائز ہے

۱۹۸۹ء میں شیخ محمد سید طنطاوی نے جو کہ ریاست کے مفتی تھے، نے ایک فتویٰ جاری کیا کہ سودی بنکوں میں جس قسم کا سودی لین دین ہے وہ مذہبی نقطۂ نظر سے جائز ہے اس فتویٰ نے مباحث اور مخالفت کا دروازہ کھول دیا۔ بعض مبصرین کا کہنا تھا کہ اس فتوے نے اسلامی بینک کے زرامانت [deposit] پر اثر ڈالا جو کہ اس سال منفی شرح نمو ظاہر کر رہا تھا۔ [In 1989, Sheikh Mohammed Sayed Tantawi, the Mufti of the Republic, issued a *fatwa* that ruled that the type of interest charged and received by conventional banks was in fact lawful from a religious standpoint The *fatwa* raised both debate and opposition. Some commentators believe that the *fatwa* affected the number of deposits made in Islamic banks, which showed a negative growth rate in deposits that year.]

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ۱۹۸۹ء کا سال فیصل بینک اور IIBID کے لیے کئی طریقوں سے رکاوٹوں کا سال تھا۔ لہٰذا یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ اس فتوے نے بینک سے رقوم نکلوانے میں کتنا کردار ادا کیا۔

کم شرح منافع نے اسلامی بینکوں پر اعتبار کم کر دیا:

اسلامی بینکوں کا تیسرا اور آخری مرحلہ ۱۹۹۴ء سے ۲۰۰۰ء تک محیط ہے۔ اس عرصہ کے دوران اسلامی بینکوں نے اپنی مثبت شرح نمو دوبارہ حاصل کی اور اس عرصے کے بعض سالوں کے دوران بینک کی کل بچت میں اضافہ ہوا۔ اس وصولیابی کا اظہار اسلامی بینک کی کل بچت کی بڑھتی ہوئی شرح نمو سے بھی ہوتا ہے۔ اس رقم کے اندر قابلِ توجہ بات یہ بھی ہے کہ فیصل بینک کے اسلامی بینک میں حصص ۱۹۹۱ء میں 91.1 فی صد سے ۲۰۰۰ء میں 60.5 فی صد ہو گئے۔ اس تبدیلی کو معمول کی تبدیلی سمجھا جا سکتا ہے کیوں کہ اس عرصے کے دوران فیصل بینک دوسرے اسلامی اور سودی بینکوں کی نسبت کم شرح منافع کی پیش کش کر رہا تھا۔ نیز مصری پاؤنڈ پر فیصل بینک کی شرح منافع 8.1 فی صد تھی جبکہ اس پر سودی بنکوں کی پیش کردہ شرح سود 9 فی صد تھی [Calculated by the authar from the data in "Annual Reports" of the Central Bank of Egypt and Islamic Banks in Egypt]۔

اسلامی بینکوں میں جمع شدہ رقوم میں کمی بیشی سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ کھاتہ داروں کی فیصلہ سازی میں معاشی دانش مندی کا رجحان بدرجہ اتم موجود ہے۔ اس بات کی تصدیق اسلامی بینک کے بعض افسران مثلاً احمد البشری نے بھی کی ہے۔

[Ahmed Al-Bashari, Manager at IIBID, Interviewed on 7 December 2001]

"Upward and downward movements in the Islamic banks' deposits serve to demonstrate that economic rationality could not have been absent from the motivations of depositors Some officials at Islamic banks, such as Ahmed Al-Bashari, have even confirmed this."

اسلامی بینک کے کھاتہ داروں کے اہم ترین کھاتہ داروہ تھے جو ہر حال میں اپنی بچت اسلامی بینکوں میں جمع کرنے پر زور دیتے تھے خواہ یہ بینک انھیں بہت کم منافع ادا کرے یا بالکل بھی منافع نہ ادا کرے مگر یہ کھاتہ داروں کا ایک گروہ تھا انھیں مکمل مارکیٹ نہیں کہا جاسکتا۔

سودی بینک المصر کی اسلامی شاخ کا اثر ورسوخ:

بدقسمتی سے سودی بینکوں کی اسلامی شاخوں میں کھاتے داروں کی کوئی خاص جامع تعداد نہیں تھی۔ یہاں بینک المصر کے اسلامی زرامانت[deposit] کو ہی سودی بینکوں کی کل اسلامی رقم سمجھا جاتا تھا۔ کیوں کہ بنک المصر کے پاس بڑی تعداد میں اس طرح کے کھاتے موجود تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ بینک المصر نے اپنی پہلی اسلامی شاخ جنوری ۱۹۷۹ء میں شروع کی تھی جبکہ فیصل بینک نے اسلامی بنکاری کا آغاز جولائی ۱۹۷۹ء میں کیا تھا۔ ۲۰۰۳ء تک بینک المصر کی ۳۳ اسلامی شاخیں تھیں۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی کے دوران بینک المصر کے اسلامی کھاتے تیزی سے بڑھے اور ۱۹۹۰ء میں اپنے عروج کو پہنچے ہوئے ۱۹۹۶ء تک 12.5 فی صد تک ہو گئے۔ ۱۹۸۰ء کی دوسری نصف دہائی میں اسلامی بینک [بالخصوص فیصل بینک] شدید قسم کے مالی وانتظامی بحران کا شکار تھے اور ان کے بنکاری نظام میں کل زرامانت[deposit] کی شرح انتہائی نیچے گرگئی۔ یہ بات یقینی ہے کہ بینک المصر کی اسلامی شاخوں کے منافع کی وجہ اسلامی بینکوں کا بحران تھا اسلامی بینکوں کی اندرونی خراب کارکردگی کے ساتھ جو کہ بڑے خسارے کا سبب تھی حکومت نے اسلامی سرمایہ کار کمپنیوں پر دھاوا بول دیا جس نے اسلامی معاشی اداروں کے مستقبل کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر دیے۔ فطری طور پر لوگوں نے اپنی رقوم اسلامی بنکوں سے نکلوا کر سودی سرکاری اور سودی نجی بینکوں کی اسلامی شاخوں میں جمع کروانا شروع کر دیں اس طرح ان افراد کو دو طرح کے فوائد حاصل ہوئے، ایک تو یہ کہ وہ سود لینے کے گناہ سے بچ گئے دوسرے اپنی رقوم کو سرکاری تحویل میں دے کر اس کی حفاظت سے مطمئن ہو گئے۔

مصر میں اسلامی بینکاری کا زوال:

یہ شرح نمو بہت زیادہ عرصے تک برقرار نہیں رہی جیسا کہ بنک المصر کے اسلامی کھاتوں کی کل جمع شدہ رقم میں ۱۹۹۱ء سے کمی آنا شروع ہوگئی جو کہ پوری دہائی کے دوران باقی رہی۔ ان کھاتوں میں جمود کی وجہ اسلامی معاشی اداروں کا زوال ہوسکتی ہے جو کہ مصر میں اسلامی سرمایہ کار کمپنیوں کے انہدام اور اسلامی بینکوں کے بحران شروع ہوا۔ اور اسلامی سرمایہ کار کمپنیوں پر حملے نے اس پر آخری دھکا لگایا۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس وقت کے مفتی مصر شیخ محمد طنطاوی نے اپنے فتویٰ سے سودی بینکوں کی اسلامی شاخوں کو بھی خارج نہیں کیا اور انھوں نے اسلامی بینکوں کے افسانے کی طرح ان سودی بینکوں کے اسلامی کھاتوں کو بھی اس بنیاد پر مسترد کر دیا کہ یہ بنک اسلامی کھاتوں کی رقم کو دوسرے سودی لین دین سے الگ نہیں کرتے، اسلامی کھاتوں میں جمود کسی بھی سطح پر اسی نتیجے کو تقویت دیتا ہے کہ ان کے ساتھ بھی وہی ہوا جو سودی بینکوں کی اسلامی شاخوں کے ساتھ ہوا تھا۔ اس مضمون کی تحریر کے وقت تک مصر میں اسلامی بینکاری کا احیاء شروع نہیں ہوسکا ہے۔

"It is worth noting that the Mufti of Egypt at that time, Sheikh Mohammed Sayed Tantawi, did not exclude Islamic branches from his attacks on what he thought

was the myth of Islamic banking Islamic branches were also discredited on the ground that conventional banks do not separate Islamic deposits from other deposits in their business. At any rate, the stagnation of Islamic deposits in Bank Misr supports the same conclusion as in the case of Islamic banks: at the time of writing, Islamic banking is no longer rising in Egypt."

اسلامی بینکاری کا زوال:

اسلامی بنکاری کے نفاذ کو دو دہائی گذر جانے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ نمونہ اپنی کشش کھو چکا ہے اسلام کے معاشی نظام کا نمونہ حقیقی شکل میں منظر عام پر آنے کے بعد اس کے دعوؤں اور کامیابیوں کے درمیان فرق کو جانچا جاسکتا ہے۔

مصر میں اسلامی مالیاتی نظام

۱۹۹۶ء میں اسلامی اور سودی بنکوں میں ہونے والی سرمایہ کاری%

سیکٹر	اسلامی بینک	سودی بنک
زراعت	4.2	3.0
صنعت	11.9	32.6
تجارت	23.5	21.9
خدمات	60.4	44.6

[فیصل اسلامی بنک اور مرکزی بنک مصر کی سالانہ رپورٹیں]

اسلامی بینک صنعت کاری میں کوئی کردار ادا نہ کر سکے:

اسلامی بینکوں کے ساتھ سب سے بڑا یہ مسئلہ رہا ہے کہ اپنے اصل مقصد یعنی مسلمانوں کو سودی لین دین سے بچانے تک محدود نہیں رہے بلکہ انھوں نے ترقیاتی بنکاری کے نظام کا دعویٰ کیا۔ اسلامی بنکاری کے ابتدائی ادب میں یہ تصور تک موجود ہے کہ اسلامی بینک سودی بنکوں کی نسبت اسلامی معاشروں کی ترقی میں زیادہ اہم کردار ادا کریں گے۔ یہ بھی دعویٰ کیا گیا کہ یہ بینک پیداواری افعال مثلاً صنعتوں کے لیے زیادہ وسائل مہیا کریں گے مگر یہ دعویٰ روبہ عمل نہ ہوسکا جیسا کہ سودی اور اسلامی سرمایہ کاری کا گوشوارہ ظاہر کرتا ہے کہ اسلامی بنکوں کی صنعتی سرمایہ کاری، سودی بنکوں کے مقابلے میں کافی کم رہی جو کہ ترقیاتی دعووں کے برعکس، حقیقت کا اظہار ہے۔ اس سے زیادہ بری صورتحال یہ تھی کہ اسلامی بینکوں کی صنعتی سرمایہ کاری ۱۹۸۷ء میں 16.9 فی صد سے کم ہو کر ۱۹۹۶ء میں 11.9 فی صد تک ہوگئی۔

[Even Researchers sympathetic to Islamic Banks have noted the failure of their developmental function, which was supposed to be one of the pillar of economic Islam. See Moheim, *An Economic Evaluation*]

اسلامی بینکاری کے بانی اس کے مخالف ہوگئے:

گذشتہ دہائی کے دوران اسلامی بنکاری کے کئی حامی اس کے ناقدین کی صف میں داخل ہو چکے ہیں۔ اس فہرست میں اسلامی بنکاری کے حوالے سے بڑے معتبر نام شامل ہیں۔ ان افراد میں احمد النجار جو کہ اسلامی بنکاری کے سرخیل تصور کیے جاتے تھے، کے ساتھ احمد زیندو، فیصل بنک کے سابق گورنر؛ عبدالصبور مرزوق، مشہور مذہبی عالم؛ فوادالریاد، سودی بینک کی اسلامی شاخ کے سابق منیجر شامل ہیں اسلامی بینکاری کے سخت تنقید نگاروں میں ایک نمایاں نام احمد کمال ابوالمز دکا ہے۔ جن کا کہنا ہے کہ اسلامی بینک کے ناظمین نہ

تو ایمان دار ہیں نہ ہی فعال یہی وجہ ہے کہ میں اپنی رقم اسلامی بینک سے سودی بنک میں منتقل کر رہا ہوں۔

"The extensive list includes such significant figures as Ahmed al Najjar, considered to be the godfather of Islamic banking; Ahmed Zendo, former governor of Faisal Bank; Abdel Sabour Marzouk, a well-known religious scholar; adn Fouad Riyad, an ex-manager of an Islamic branch of a conventional bank One of the harsher critiques to date, however, has come from Ahmed Kamal Abou El-Magd, a prominent Islamic thinker, who said 'the mangagers of these banks are neither honest nor efficient; that is why I transferred my money to conventional banks."

مجھے اسلامی بینک اور بینک آف کریڈٹ اینڈ کامرس کے درمیان ہونے والے معاہدے کی دستاویزات کو دیکھنے کا موقع ملا جس سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان بنکوں کے منیجر ز میں مالیاتی اداروں کی انتظام کاری کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ [Al-Akhbar, 8 March 1997]

اس سے کہیں زیادہ شدید تنقید [جسے بعض حالات میں تضحیک کہا جا سکتا ہے] شیخ الازہر کی جانب سے آئی ہے جنھوں نے تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نام نہاد اسلامی بینکوں کو ''چند چوروں کے گروہ'' کا خطاب دیا ہے۔ [Al-Alam, Al-Youm, 5 January 1997]

مرابحہ کا نظام تنقید کی زد میں:

اسلامی بینکوں پر کی جانے والی تنقید کا محور اس کا مرابحہ کا نظام ہے جس کے اوپر مذہبی اور معاشی دونوں حوالوں سے شدید تنقید کی گئی ہے۔ مرابحہ کے نظام میں سرمایہ فراہم کرنے والا ایک کار پچاس ہزار میں خریدتا ہے قرض خواہ بعد میں اس کو کار کے لیے ساٹھ ہزار کی رقم کی ادائیگی کرے گا مرابحہ کے مطابق دس ہزار بڑھی ہوئی رقم ہے جس کو mark up کا نام دیا گیا ہے۔ عملی طور پر یہ نام کی تبدیلی کے ساتھ سود کی ایک شکل ہے۔ بعض علماء نے مرابحہ پر تنقید کرتے ہوئے اسے سود کی خفیہ شکل قرار دیا ہے اس پر احمد النجار نے مزید تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ ترقی کی شکل میں مرابحہ کا استعمال بہت ہی محدود ہے ان کے مطابق اسلامی بینکوں نے دوسرے اسلامی طریقہ کار مثلاً مضاربہ اور مشارکہ کی قیمت پر اس طریقہ کار کا استعمال کیا ہے [Al-Akhbar, 3 August 1993]۔

انھوں نے مزید کہا کہ مضاربہ اور مشارکہ کے نام پر اسلامی بینکوں نے مرابحہ کا کاروبار کیا ہے اس کے علاوہ فیصل بنک کے سابق گورنر احمد زینو کا کہنا ہے کہ ان کے عہد صدارت میں اسلامی بینکوں نے بانڈز پر سرمایہ کاری کی اور اس پر سود بھی وصول کیا۔ انھوں نے کہا کہ اس قسم کی تجارت کو ''مذہبی طور پر جائز آپریشن'' کے نام سے بجٹ میں شامل کیا جاتا تھا۔

اسلامی بینکاری سود اور سرمایہ دارانہ نظام میں رکاوٹ نہیں ہے:

اسلامی بنکاری پر کی جانے والی موجودہ گفتگو اس گفتگو سے قطعاً مختلف ہے جو ابتداء میں اسلامی بنکاری کے تجربے کے وقت کی جا رہی تھی۔ ١٩٩٧ء میں اسلامی بنکاری کے حوالے سے کی جانے والی آخری پارلیمانی بحث میں ایک رکن اسمبلی نے وزیر تجارت سے درخواست کی کہ وہ اسلامی بنکوں کو اسلام کا نام استعمال کرنے پر پابندی لگائیں جیسا کہ مفتی مصر نے کہا ہے کہ سودی بنک، اسلامی بنکوں کے مقابلے میں اسلام سے زیادہ قریب ہیں۔ خاتون وزیر نے اس درخواست کو مسترد کرتے ہوئے انتہائی دلچسپ دلیل دی کہ حکومت اسلامی بینکوں پر پابندی لگانے کی ایسی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتی کیوں کہ یہاں مختلف قسم کے بنکاری کے نظام ہیں جو اپنے

طریقوں کے مطابق کام کر رہے ہیں وزیر موصوفہ نے پارلیمنٹ کو اس بات کی بھی یقین دہانی کروائی کہ تمام بینک مرکزی بینک کے ضوابط و قواعد کے پابند ہیں۔[Al-Akhbar, 3 August 1993]

دوسرے الفاظ میں وزیر صاحبہ کے جواب میں اس بات کا اطمینان موجود تھا کہ اسلامی بینکوں کو بند کرنے کی اس لیے کوئی ضرورت نہیں ہے کہ یہ بنک سرمایہ دارانہ مالیاتی نظام، سودی نظام کے ڈھانچے اور سانچے میں کسی قسم کی رکاوٹ کا سبب نہیں بنتے بلکہ مذہب کے نام پر یہ کثیر سرمائے کو تجوریوں، جیبوں اور ہنڈیوں سے نکال کر سرمایہ دارانہ عمل اور سودی نظام کا حصہ بنا کر سرمایہ دارانہ نظام کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ان کے پاس اس بات کے دفاع کے لیے کوئی دلیل نہیں تھی کہ ان بینکوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلامی بینکاری پر کی جانے والی موجودہ بحث فیصل بینک کے قانون کو منظور کرتے وقت کی جانے والی بحث سے کس قدر مختلف ہے اس کا اندازہ اس وقت کی پارلیمانی گفتگو سے لگایا جا سکتا ہے۔

اسلامی بینکاری مصر کے سیکولر اور سوشلسٹ بھی اس کے حامی ہیں:

جیسا کہ پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے کہ شیخ الشعراوی، جنھوں نے پارلیمنٹ کے سامنے اسلامی بنکاری کا قانون پیش کیا وہ اوقاف کے وزیر اور عالم دین تھے، نے ایک معاشی قانون پیش کیا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ شیخ الشعراوی کی تقریر کے دوران کئی دفعہ اللہ اکبر کے نعرے لگائے۔ اس تقریر میں شیخ صاحب نے اسلام کے دشمنوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اس قانون پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک رکن اسمبلی نے کہا یہ ہماری زندگی کا عظیم اور یادگار ترین دن ہے۔ یہ تحسین صرف حکومتی ارکان کی طرف سے نہیں کی گئی بلکہ اپوزیشن کے ایک رکن علوی حافظ Olwi Hafiz نے کہا کہ شیخ ہمارے لیے خدا کی طرف سے تحفہ ہیں میں توقع رکھتا ہوں کہ مستقبل میں حکومت کی طرف سے پیش کیے جانے والے تمام قوانین شیخ ہی پیش کریں گے تاکہ ان قوانین کی مذہبی حیثیت یقینی رہے، سب سے دلچسپ تبصرہ اس وقت سامنے آیا جب وزیر تجارت نے اس بات کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ اگرچہ قانون ہمیشہ متعلقہ وزیر ہی کی نگرانی میں پیش کیا جاتا ہے مگر الشعراوی کا یہ عمل اس بات کی گواہی ہے کہ یہ قوانین دوسرے سودی بینکوں کے برخلاف شریعت کے عین مطابق ہیں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ یہ تبصرہ وزیر موصوف ان بینکوں پر کر رہے تھے جن میں سے اکثر سرکاری تھے اور سودی ہونے کے ساتھ ان ہی کے زیر نگرانی تھے۔

بائیں بازو کے ایک رکن نے اسلامی بینک کو مرکزی بینک کے اختیارات سے مستثنیٰ کرنے کے قانون کی مخالفت کی تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ نئے بینکوں کا اہم ترین ضابطہ اس کے مالکان کا ضمیر ہوگا۔ ایک اور رکن نے بنک کو مصر کے محنت کشوں کے قوانین سے مستثنیٰ کرنے کی مخالفت کی تو اس پر جواب دیا گیا کہ اسلامی بینک کے متوازی فیصل بینک سعودی عرب میں کام انجام دے رہا ہے وہاں سے اب تک کسی بھی ملازم کو بلا وجہ برطرف نہیں کیا گیا جیسا کہ پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے کہ اس بحث کے بعد رائے شماری کے موقع پر کسی رکن میں اس قانون کی مخالفت کرنے کی ہمت نہ رہی۔

اسلامی بینکاری سودی بینکاری کا متبادل نہیں:

مندرجہ بالا بیان کسی حد تک ان تصورات اور مباحث کی نشاندہی کرتا ہے جو اسلامی بنکاری کے حوالے سے ۱۹۹۰ کی دہائی میں تبدیل ہوتے رہے۔ اس مضمون کی تحریر کے وقت تک اسلامی بینکاری کے نظام کو سودی بینکاری کے نظام کا متبادل تسلیم نہیں کیا گیا ہے سوائے اس نظام کے چند شدت پسند حامیوں نے اسے مکمل بینکاری کا نظام تسلیم کیا ہے۔

"At the time of writing, Islamic banking is no longer perceived to be a complete substitute for conventional banking, apart from by some [and by no means all]advocates of Islamic banking. The Sheikh of AL- Azhar himself has said that

Islamic banks should be shut down, since by using the label 'Islamic' they create suspicions about all other banks. This argument has not gained widespread support. The dominant logic today is that Islamic banks respond to a particular demand in the market and that they thereby receives savings that would other wise remain outside the banking system".

اسلامی بینک سودی بینکاری کے لیے کوئی خطرہ نہیں:

خود شیخ الاظہر کا کہنا تھا کہ اسلامی بینکوں کو فوری طور پر بند کر دینا چاہیے کیوں کہ ان کا وجود دوسرے تمام سودی بینکوں کے نظام کو عوام کی نظر میں مشتبہ کر رہا ہے۔ اگرچہ ان کے اس بیان کو بہت زیادہ پذیرائی حاصل نہیں ہوئی مگر آج کے دور میں ان بینکوں کے حوالے سے جو منطق پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی بینک ان لوگوں کو اپنی جانب راغب کر رہے ہیں جو کہ اپنی رقم سودی بینکوں میں نہیں رکھنا چاہتے اس طرح ایک بڑی رقم اس نظام سے باہر رہتی ہے۔ اگر اسلامی بینک مارکیٹ میں اپنے افعال انجام دیں تو اس سے سودی بینکاری کے نظام پر کوئی اثر نہیں پڑے گا بلکہ یہ اپنے علیحدہ کھاتے دار تلاش کر لے گا جو کہ سودی بینکاری کے نظام سے باہر ہو جس طرح مصر میں جا بجا برقعہ پوش ماں کے ساتھ اس کی بے پردہ بیٹی چلتی نظر آتی ہے۔

اس کے علاوہ اسلامی اور سودی بینکوں کے درمیان ٹکراؤ کی کیفیت ١٩٧٠ء کے عشرے سے ١٩٨٠ء کے عشرے تک برقرار رہی مگر ٩٠ کی دہائی میں یہ بالکل غائب ہو گئی اس کے ساتھ ہی اسلامی بینکاری کے حوالے سے عوامی گفتگو بھی مفقود ہوتی چلی گئی اور کئی لحاظ سے اسلامی بینک زیادہ سے زیادہ فرسودہ ہوتے چلے گئے۔

١٩٩٦ء کے اواخر سے اسلامی بینکاری کے لحاظ سے مباحث تصور سے زیادہ غیر معقول ہوتے چلے گئے اکتوبر ٢٠٠١ء میں مرکزی بینک کے گورنر کا عہدہ فیصل بینک کے سابق گورنر کو پیش کیا گیا جو کہ اسلامی بینکاری کے نظام کو سنبھالنے سے قبل مرکزی بنک کے ساتھ کام کر چکے تھے۔ انھوں نے یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اس حقیقت سے قطع نظر کہ یہ عہدہ ایسے شخص کو پیش کیا گیا جو دوسرے تمام بینکاری کے نظام کو سودی قرار دیتا ہے یہ حقیقت ہے کہ اس طرز عمل نے اسلامی بینکاری کے پورے نظام کو بے وقعت کر دیا بالکل اسی طرح جس طرح ریاست نے مسلم علماء کو ٹیلی ویژن سے برقع پہننے کی ترغیب کی اجازت دی مگر ٹی وی چینل پر آنے والی کوئی خاتون برقع میں نظر نہیں آتی۔

"Nevertheless, the very fact that the state proposed such a position to an Islamic banker who considers all other banks to be usury is an apt demanstration of the extent to which Islamic banks have become 'banal'. After all, the state permits Islamic scholars to preach the use of the veil on its television channels despite the fact that none its presenters is veiled."

[ڈاکٹر عمران صدیقی [لیہّ] کا فاضلانہ مضمون اسلامی بینکاری کی تاریخ سے پردہ اٹھاتا ھے .ھمیں امید ھے کہ عمران صاحب آئندہ بھی ساحل کے لیے لکھتے رھیں گے . ان سے درخواست ھے کہ ڈاک کا پتہ اور موبائل نمبر ارسال فرمائیں تاکہ ان سے مستقل رابطہ رھے ، ساحل]